علامہ حکیم محمد نجم الغنی خان رامپوری علیہ رحمہ

حیات و خدمات

تالیف

علامہ خرم محمود سرسالوی

علامہ حکیم محمد نجم الغنی خان نجمؔ، نجمیؔ رام پوری

-حیات و خدمات-

از: خرم محمود سرسالوی

[نوٹ: علامہ نجم الغنی خان رام پوری علیہ الرحمہ کے حالات پروفیسر ایوب قادری[1]، ڈاکٹر کمال احمد صدیق[2] اور ڈاکٹر زہرہ مشاوری[3] نے لکھے تھے۔ یہ نقشِ اوّل سہی، لیکن ان میں بہت سی ابتدائی اور اہم معلومات نہیں تھیں یا کم تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ راقم نے انہیں از سرِ نو لکھنے کا فیصلہ کیا اور بعض اہم معلومات کو اس میں ذکر کیا اور کچھ پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ ازواج و اولاد کے بارے میں لکھا، جب کہ پہلے کسی نے اس پر کلام نہیں کیا تھا۔ اساتذہ کی تعداد اس میں گیارہ تک لکھی ہے، پہلے تین تک تھی۔ کتب اکتالیس لکھی ہیں اور تفصیلی تعارف کے ساتھ، جب کہ پہلے بتیس یا بعض نے چھتیس تک لکھی تھیں وغیرہ وغیرہ اور دل چسپ بات یہ ہے کہ ستر فیصد سے زیادہ معلومات علامہ موصوف کی کتب سے حرف حرف جمع کر کے لکھی ہیں۔ سرسالوی]

پہلے، بہت پہلے کی بات ہے کہ جب اسلامی سلطنتیں اور ریاستیں ہوا کرتی تھیں تو چوں کہ صاحبِ سلطنت و ریاست خود صاحب علم و دانش ہوا کرتے تھے تو اس لئے علمی مکاتب کو وہ اپنی سرپرستی میں لے لیا کرتے تھے۔ جامعۃ الازہر مصر اور جامعہ نظامیہ بغداد اس کی بڑی مثالیں ہیں۔ انہی مکاتب میں ایک اور نام مدرسہ عالیہ رام پور کا بھی ہے جسے علوم و فنون کے نہایت قدرداں نواب فیض اللہ خان بہادر نے قائم کیا تھا۔ اس مدرسہ سے وابستہ اور

---

(1)۔۔:(مذاہب الاسلام، مقدمہ، پروفیسر ایوب قادری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

(2)۔۔:(بحر الفصاحت، حکیم نجم الغنی خاں رام پوری، تدوین: ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، مارچ 2006ء، دیباچہ)

(3)۔۔:(نہج الادب، حکیم نجم الغنی خاں رام پوری، مقدمہ ڈاکٹر زہرہ مشاوری)

اس کے فارغین میں اساطینِ علم وفضل کی بہت بڑی تعداد ہے۔ بہت سے علما ومشائخ کے اسما کے ساتھ یہ لاحقے ملتے ہیں: مدرّس مدرسہ عالیہ رام پور، مدرّس اوّل مدرسہ عالیہ رام پور، مدرّسِ دوم مدرسہ عالیہ رام پور۔۔۔

[illegible] علامہ عبدالحق خیر آبادی، معروف ریاضی داں علامہ عبدالعلی خان رام پوری، امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان حنفی قادری محدّثِ بریلوی، فخر العلماء علامہ مفتی فضلِ حق رام پوری، علامہ مولانا افضال الحق رام پوری، شمس العلماء علامہ ہدایت علی بریلوی، حضرت مولانا ظہور الحسین فاروقی مجدّدی رام پوری، مفتی تقدس علی خان بریلوی، ملتان کے بے تاج بادشاہ اور قومی اسمبلی کے رکن مولانا حامد علی خان نقشبندی وغیرہ علماو مشائخ اسی دبستانِ علمی کے سایۂ شجر دار ہیں۔

برصغیر پاک وہند کے نامور متکلم، اصولی، مورخ، شاعر وادیب، طبِ یونانی کے حکیم اور علمِ عروض کے ماہر حکیم محمد نجم الغنی خاں رام پوری اسی دبستانِ علمی مدرسہ عالیہ رام پور کے فاضل ہیں۔ ذیل کے چند صفحات میں آپ کا ذکر کیا جارہا ہے:۔

پیدائش:

آپ ۱۰ ربیع الاوّل ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو شنبہ کے دن آدھی رات ڈھلتے وقت رام پور-روہیل کھنڈ میں نواب محمد علی خان کے مقبرے کے قریب-جو پُرانا مدرسہ سے مشہور ہے-ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔[1]

---

(1)۔۔:(تاریخ راجگان ہند موسوم بہ وقائع راجستان: سوانح عمری مؤلف، اخبار الصنادید: جلد1، ص17)

نام ونسب:

آپ کا نام محمد نجم الغنی خان ہے۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے:
محمد نجم الغنی خان ابن مولوی عبد الغنی خان ابن مولوی عبد العلی خان ابن مولوی عبد الرحمن خان ابن مولانا حاجی محمد سعید صاحب محدّث، شاگردِ حضرتِ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ابن ملا ظریف خان ابن خان محمد خان ابن یار محمد خان ابن خواجہ احمد خان ابن باشو خان ابن اندران خان ابن بازو اخن ابن شاہ زادۂ شہاب الدین خان قوم چغتہ برلاس۔[1]

والدہ کا نام محمدی بیگم ہے۔ آپ شیر محمد خان ابن رضی خان عرف روزی خان ابن اسماعیل خان اکزئی کی بیٹی ہیں۔ یہ شیر محمد خان، حکیم شاہ اعظم خان پدر حکیم محمد اعظم خان مؤلّفِ اکسیرِ اعظم و محیطِ اعظم وغیرہ کے بھائی ہیں۔[2]

خاندانی علم وشرف:

دادیہال (آبائی خاندان) عربی، فارسی، فقہ، تصوف اور منطق کے علوم میں شہرت رکھتا تھا۔ والد مولانا عبد الغنی خان نے علمِ منقول و معقول کی مکمل تحصیل کی ۔ آپ اپنے عہد کے سر بر آوردہ علما میں سے ایک تھے۔ ۱۸۶۳ء میں ریاست اودے پور، میواڑ (راجپوتانہ، موجودہ راجستھان) میں گئے اور وہاں تیس /۳۰ سال سے زیادہ عرصے تک مختلف معزّز عہدوں پر ممتاز رہے۔ آخر میں ریاست اودے پور نے پنشن مقرّر کر کے انہیں وطن کو رخصت کیا۔ ۲ اپریل ۱۸۹۹ء کو انتقال کر گئے۔[3]

---

(1)۔۔:(اخبار الصنادید: جلد 1، ص 17، مطبع نول کشور۔ لکھنؤ، 1918ء)

(2)۔۔:(اخبار الصنادید: جلد 1، ص 17)

(3)۔۔:(تاریخ راجگان ہند موسوم بہ وقائع راجستان: سوانح عمری مؤلف)

آپ کے تلامذہ میں حضرت علامہ مولانا سید شمس الدین احمد اودے پوری کانام آتاہے۔ چناں چہ موصوف لکھتے ہیں:

''خوبیٔ قسمت وطالع بامیمنت سے حضرت مولاناواکرمنا حاویٔ معقول و منقول مع فروع واصول، محقّق الملت، پاک طینت،صاف سیرت، درویش صفت، سرچشمۂ اخلاق، منبعِ لطف واخلاص، معتمد راج میواڑ، حضرت مولوی عبدالغنی خان صاحب رام پوری ابن جناب مولوی عبدالعلی خان صاحب، نبیرۂ محمد سعید صاحب محدّثِ تیراہی ولی اللہی نے خاص زمرۂ تلامذہ میں اپنی غربا پروری سے اس ہیچمداں کو داخل فرماکر استفادۂ علوم دینیہ و دنیویہ سے بہرہ وَر فرماناشروع کیااور اپنے اوقاتِ گراں مایہ کو کمال شفقت خرد نوازی سے درس وتدریس میں صرف فرمایا۔کچھ دنوں بعد بطفیل ذات قدس جناب موصوف کتبِ درسیہ فارسی وعربی میں استعداد بہم پہنچائی۔''[1]

دادا مولوی عبدالعلی خاں رام پور کی عدالت میں مفتی تھے۔ پر دادا مولوی عبدالرحمن خاں صوفی، منشی اور فارسی کے مشہور انشا پرداز تھے، انھوں نے یہ صفات و کردار اپنے والد حاجی محمد سعید خاں سے ورثے میں پائے تھے جنہیں شاہ ولی اللہ محدّثِ دہلوی سے شاگردی کا شرف حاصل تھا۔[2]

یوں ہی ننھیال بھی علم وشرف میں مشہور تھا۔علامہ حکیم نجم الغنی خان کی والدہ محمدی بیگم، حکیم اعظم خان کی بہن تھیں جو حکیموں کے ممتاز خاندان

---

(1)۔۔:(ضیاء شمس الاسلام فی علم العقائد والکلام عرف عقائدِ شمسی، سید شمس الدین احمد اودے پوری، ص ۳، مطبع مطلع العلوم مرادآباد)

(2)۔۔:(اخبار الصنادید: جلد1، ص17، ملخصاً)

سے تعلق رکھتے تھے۔ یعنی والدہ شیر محمد خان کی بیٹی ہیں جو ناظم جہاں حکیم شاہ اعظم خان پدر حکیم محمد اعظم خان مؤلّفِ "اکسیرِ اعظم"(1) و"محیطِ اعظم"(2) وغیرہ کے بھائی ہیں۔(3)

اسی طرح علامہ نجمیؔ کی والدہ محمدی بیگم، مشہور روہیلہ سردار روزی خان کی پوتی ہیں۔(4)

پرورش وابتدائی تعلیم:

حکیم نجم الغنی خان کی پرورش علمی اورادبی ماحول میں ہوئی۔ آپ کی ولادت تورام پور میں ہوئی، لیکن بچپن والد کے ساتھ اودے پور میں گزرااور ابتدائی تعلیم و تربیت بھی وہیں پائی۔ فارسی و عربی کی کتب بھی وہیں پڑھیں۔(5)

مدرسۂ عالیہ رام پور میں داخلہ:

۱۳۰۱ھ / 1883ء میں 23 برس کی عمر میں اعلیٰ تعلیم کے لیے واپس

---

(1)۔۔:چار جلدوں پر مشتمل معالجات کی کتاب ہے۔ مطبع نول کشور۔لکھنؤ (بارِ دوم) سے شائع ہوئی تھی۔ اُس کا انگریزی ترجمہ بھی ہوا ہے۔ یہ کتاب تیس برس میں مکمل ہوئی۔

(2)۔۔:مفردات پر چار ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ کتاب نہ صرف قدیم معلومات کا بہترین ذریعہ ہے، بلکہ ہندی ادویہ اور اُن کے ذاتی تجربات کے اضافہ نے اِسے رہتے زمانہ تک کی مفردات کی بہترین تصنیف بنادیا ہے۔ یہ کتاب نواب جہانگیر محمد خاں کی فرمائش پر لکھی گئی۔ یہ کتاب ۱۸ برس میں مکمل ہوئی۔ حکیم اعظم خاں کے لکھے ہوئے کل صفحات کی تعداد پانچ ہزار سے زائد ہو گی۔ صرف محیط اعظم میں اُنھوں نے تقریباً ۲۰۰۰ ہزار دوائیں معالجاتی استعمال کی بیان کی ہیں۔

(3)۔۔:(اخبار الصنادید: جلد 1، ص 17، ملخّصاً)

(4)۔۔:(تاریخ راجگان ہند موسوم بہ وقائع راجستان: سوانح عمری مؤلف)

(5)۔۔:(تاریخ راجگان ہند موسوم بہ وقائع راجستان: سوانح عمری مؤلف، ملخّصاً)

رام پور آئے اور مدرسہ ٔ عالیہ میں داخلہ لیا۔یہاں رہ کر علمائے کبار سے تحصیل علم کیا۔چناں چہ فلسفہ ٔ قدیمہ شمس العلماء علامہ عبدالحق خیر آبادی سے پڑھا۔علمِ ادبِ عربی کی کتب مقامات حریری ،سبعہ معلقہ ،دیوانِ متنبی اور حماسہ وغیرہ مولانا محمد طیب بن محمد صالح کاتب مکی (غیر مقلد) سے پڑھیں۔[1]

دوسرے علوم فقہ ،اصولِ فقہ ،تفسیر ،حدیث ،علمِ ہیئت وغیرہ شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ، تاج المحدّثین علامہ مفتی محمد ارشاد حسین فاروقی مُجدّدِی رام پوری، علامہ ظہور الحسین فاروقی رام پوری، علامہ سید حسن شاہ رام پوری ،علامہ سید محمد شاہ رام پوری اور دوسرے علما سے حاصل کئے۔1889ء میں مدرسہ عالیہ رام پور سے درس نظامی کا امتحان درجہ ٔ اوّل میں پاس کیا۔

اس کے بعد علمِ طب کی تحصیل اطبائے لکھنؤ حکیم حسین رضا لکھنوی، حکیم احمد رضا لکھنوی، بالخصوص اپنے ماموں حکیم محمد اعظم خان سے کی۔[2]

تحصیلِ علم میں محنت ومشقت:

آپ نے تحصیلِ علم میں بہت کوشش کی اور کشاکش روزگار سے ذرا ہراساں نہ ہوئے۔ ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے سامنے رات بھر مطالعہ میں مصروف رہتے اور کھانے و کپڑے میں انتہا کی جزرسی [گھٹاؤ، کمی] کر کے کتابیں خریدتے تھے۔یہی سبب ہے کہ مختلف علوم سے مطالب اخذ کرلینے

---

(1)۔۔:(تاریخ راجگان ہند موسوم بہ وقائع راجستان: سوانح عمری مؤلف ،ملخّصاً)

(2)۔۔:(تاریخ راجگان ہند موسوم بہ وقائع راجستان: سوانح عمری مؤلف ،ملخّصاً،نزہۃ الخواطر ،رقم524-8/1389)

میں انھوں نے یدِ طولیٰ حاصل کر لیا۔[1]

اساتذہ:

آپ کے اساتذہ میں سے درج ذیل کے اسما معلوم ہو سکے ہیں:

(۱) شمس العلماء علامہ عبد الحق خیر آبادی

(۲) تاج المحدّثین علامہ مفتی محمد ارشاد حسین فاروقی مُجدّدِی رام پوری

(۳) مولانا محمد طیب عرب مکی (غیر مقلد)

(۴) علامہ ظہور الحسین فاروقی رام پوری

(۵) علامہ سید حسن شاہ رام پوری

(۶) علامہ سید محمد شاہ رام پوری

(۷) شمس العلماء مولانا محمد حفیظ اللہ رام پوری

(۸) مولانا عبد الغنی خان رام پوری

(۹) حکیم حسین رضا لکھنوی

(۱۰) حکیم احمد رضا لکھنوی

(۱۱) حکیم محمد اعظم خان۔[2]

ازواج واولاد:

آپ کا عقدِ نکاح ۱۹ مارچ ۱۸۹۲ء کو اصغر شاہ خان رئیس قصبہ ُراج پور تحصیل بلاس پور علاقہ ُرام پور کی صبیہ کلاں کے ساتھ ہوا۔ ۲۵ اکتوبر ۱۸۹۳ء کو اُن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا تاریخی نام اختر علی عرف شمس الغنی ہے

---

(1)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

(2)۔۔:(تاریخ راجگان ہند موسوم بہ وقائع راجستان: سوانح عمری مؤلف، ملخّصاً۔ نزہۃ الخواطر، رقم 524-8/1389)

اور لڑکیاں بھی پیدا ہوئیں۔ اہلیہ کا ۱۹۰۱ء کو انتقال ہو گیا۔

آپ کی دوسری شادی اودے پور سے ہوئی۔ اودے پوری زوجہ سے بھی ایک لڑکی ہے۔[1]

حافظ احمد علی خان شوق رام پوری، شمس الغنی خان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ نے اپنے بیٹے کی نہایت اعلیٰ درجہ پر تربیت کی اور وہ فخر رام پور فی الحال اجمیر کے سی-ٹی اسکول کے پرنسپل ہیں۔"[2]

شمس الغنی خاں نے ۱۹۱۰ء اودے پور سے میٹریکولیشن کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۱۳ء میں ہلکر کالج اندور میں ایف-اے کے امتحان میں شرکت کر کے پاس کیا اور ریاست رام پور کے ہائی اسکول کی ماسٹری ملازمت کے زمانہ میں بی اے کا امتحان پاس کیا۔ پھر سنبھل کے ہائی اسکول کے اسسٹنٹ ماسٹر ہوئے۔ وہاں سے ترکِ روزگار کر کے اودے پور کے کالج کے فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے ۔ وہاں سے بارہ بنکی ضلع اودھ میں سب ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدہ پر بلا لئے گئے۔ اور ضلع کھیری کے عہدۂ سب ڈپٹی انسپکٹری مدارس کی حالت میں ۱۹۲۴ء میں الہ آباد ٹریننگ کالج سے امتحان ایل-ٹی پاس کیا اور اوّل ڈویژن میں سب سے اوّل نمبر پر کامیاب ہوئے۔ اس کے بعد اورئی ہائی اسکول کے اسسٹنٹ ماسٹر مقرر ہوئے۔ پھر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ٹریننگ کالج کے پروفیسر ہو کر وہاں چلے گئے۔ بعد اس کے اجمیر کے نارمل اسکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہو کر وہاں طلب کر لئے گئے۔ اب وہاں کے

---

(1)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

(2)۔۔:(تذکرہ کاملانِ رام پور، ص 413)

ٹریننگ اسکول، نارمل اسکول اور مڈل اسکول کے پرنسپل ہیں اور بمصداق "الولد سر لأبیه" کے علمی خدمات میں منہمک رہتے ہیں اور زبان انگریزی کے مختلف فنون کے بڑے ماہر ہیں اور دو تصنیف بھی اُن کی انگریزی زبان میں مشہور و مقبول ہو چکی ہیں:

ایک فرانسیسی مشہور مصنف اُوسو کی تعلیمات پر تبصرہ ہے۔

دوسرا رسالہ ہندوستان کی تواریخ پر جغرافئے کے اثر کے بیان میں ہے۔[1]

مناصب و خدمات:

علامہ نجم الغنی خاں نے رام پور اور اودے پور میں مختلف ملازمتیں کیں۔ ان میں میونسپلٹی، یونانی شفا خانے کے انچارج، لائبریرین رضا لائبریری، رام پور کے رکاب دار، نواب حامد علی خان کے دربار دار، اسکول میں مدرّس (ہیڈ مولوی سے ہیڈ ماسٹر تک) سمیت بہت سی آسامیوں پر خدمات انجام دیں۔

معاصرین سے تعلقات:

علامہ حکیم نجم الغنی خاں رام پوری کا عصر (1859ء - تا-1941ء) مشاہیر علما، مشائخ، شعرا، ادبا، مؤرخین اور محققین کا دور تھا۔ یقیناً کئی اہلِ علم حضرات سے ملاقات ہوئی ہوں گی، خط و کتابت رہی ہوں گی، افادہ و استفادہ رہا ہوگا۔ اس حوالے سے ابھی بہت سے گوشے پردۂ خفا میں ہیں۔ ذیل میں مختصراً چند اہلِ علم حضرات سے تعلقات (خواہ کسی نوع کا ہو) پر روشنی ڈالی جاتی ہے:

---

(1)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

1-علامہ نجمی اور علامہ اقبال:

علامہ حکیم نجم الغنی خاں نے جب "اخبار الصنادید" لکھی تو علامہ اقبال کی خدمت میں بھی ارسال کی، جس کی رسید اور رائے دیتے ہوئے علامہ اقبال نے مصنّف کو مندرجہ ذیل خط لکھا:

لاہور ۱۴ دسمبر ۱۹۱۸ء

مخدوم و مکرّم جناب قبلہ حکیم صاحب!

السلام علیکم

"اخبار الصنادید" کی دو جلدوں کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ میں نے پہلی جلد کو بالخصوص نہایت دلچسپی سے پڑھا۔ قوم افغان کی اصلیت پر آپ نے خوب روشنی ڈالی ہے۔ کشامرہ غالباً اور افاعنہ یقیناً اسرائیلی الاصل ہیں۔ قاضی امیر احمد شاہ رضوانی جو خود افغان ہیں ایک دفعہ مجھ سے فرماتے تھے کہ لفظ "فغ" قدیم فارسی میں بمعنی بت آیا ہے اور افغان میں الف سالبہ ہے، چوں کہ ایران میں بود و باش رکھنے کے وقت افغان بت پرست نہ تھے، اس واسطے ایرانیوں نے انہیں افغان کے نام سے موسوم کیا ہے۔

میرے خیال میں حال کی پشتو میں بہت الفاظ عبرانی اصل کے موجود ہیں۔ اگر تحقیق کی جائے تو مجھے یقین ہے نہایت بار آور ہو گی۔ آپ کا طرزِ تحریر نہایت سادہ اور موثر ہے اور بحیثیت مجموعی آپ کی تصنیف تاریخ کا عمدہ نمونہ ہے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال بیرسٹر ایٹ لا[1]

---

(1)۔۔کلیات مکاتیبِ اقبال، جلد اوّل، مرتبہ: سید مظفر حسین برنی، بک کارنر، جہلم، ص795)

ممکن ہے اس بارے میں دونوں حضرات کے مابین اور بھی خط و کتابت ہوئی ہو، لیکن ''کلیاتِ مکاتیبِ اقبال'' میں اس حوالے سے ایک ہی خط ملا ہے۔ جس سے کسی قدر تعلق کا اندازہ ہوتا ہے۔

2-علامہ نجمی اور خواجہ حسن نظامی:

نواب رضا علی خان کے مسند نشین ہونے کے موقع پر جب خواجہ حسن نظامی رام پور گئے تو 2 ربیع الاوّل 1349 ہجری 29 جولائی 1930ء بروز سہ شنبہ مولانا حکیم نجم الغنی خاں سے بھی ملنے گئے۔ اس روداد کو خواجہ صاحب ہی کی زبان قلم سے سنئے:

اس (ناشتہ) کے بعد مولانا نجم الغنی صاحب مورخ سے ملنے گیا جو موجودہ زمانے کے سب سے عمدہ اور بہت زیادہ اور نہایت محققانہ اور آزادانہ اور بے باکانہ لکھنے والے مورخ ہیں۔ شمس العلماء مولانا ذکا اللہ صاحب مرحوم دہلوی نے آخر زمانے میں تاریخ کی بہت بڑی بڑی جلدیں لکھی ہیں۔ مگر حکیم نجم الغنی خاں صاحب کی کتابیں تعداد میں بھی بہت زیادہ ہیں اور ضخامت میں بھی زیادہ ہیں۔ تاریخ کے علاوہ طب وغیرہ علوم و فنون کی بھی انہوں نے بہت اچھی کتابیں لکھی ہیں۔ شہرہ آفاق فلاسفروں اور مصنفوں کی طرح ایک نہایت مختصر اور سادہ مکان میں بیٹھے تھے۔ چاروں طرف کتابوں اور نئے مسودات کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ساٹھ ستر کے قریب عمر ہے۔ بال سب سفید ہوگئے ہیں مگر کام کرنے کی انرجی اور مستعدی نوجوانوں سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ بہت عمدہ پھل کھلائے پان کھلائے اور اپنی تازہ تصانیف بھی دکھائیں۔ ایک کتاب اودے پور کی نسبت لکھی ہے۔ مولانا شبلی مرحوم نے ''اورنگ زیب پر ایک نظر'' کے نام سے بہت اچھی کتاب شائع کی تھی مگر وہ راجپوتانے کے واقعات سے بے خبر تھے۔ مولانا نجم الغنی خاں

صاحب نے راجپوتانہ کی شکستہ تاریخوں سے اور اورنگ زیب کی تاریخی حمایت کا حق ادا کیا ہے اور اودے پور کے مہارانا کے اس غرور اور گھمنڈ کو توڑ پھوڑ کر مسمار کر دیا ہے جس میں وہ آج تک مبتلا ہے۔ موجود مہارانا کے والد 1911ء کے شاہی دربار میں دہلی آئے تو شہر کے باہر ٹھہرے؛ کیوں کہ ان کے ہاں یہ عہد ہے کہ دہلی میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوں گے۔ انگریزوں نے بھی اودے پور کے خیالی پلاو کی مخالفت نہیں کی اور مہارانا کو دہلی کے اندر آنے کے لیے مجبور نہیں کیا، تاکہ ان کی آن بان باقی رہے مگر مولانا نجم الغنی صاحب کی اس تاریخ کو پڑھ کر اودے پور کے سب نشے ہرن ہو جائیں گے اور وہ طلسم ٹوٹ جائے گا جو اودے پور کی فرضی روایتوں نے ہندو قوم کے دل و دماغ میں بنا رکھا ہے کہ اودے پور کا مہارانا کبھی مسلمان سلطنت کے سامنے نہیں جھکا اور کبھی مسلمانوں سے مغلوب نہیں ہوا۔

میں نے مولانا سے یہ کتاب لے لی ہے اور میں اس کو اپنے اہتمام سے اور اپنے خرچ سے شائع کروں گا۔ مولانا نے اس کا نام "تاریخ اودے پور" رکھا ہے مگر میں نے اس کے نئے نام تجویز کئے ہیں جن میں سے ایک "غرور شکن" ہے اور دوسرا "اودے پور کا فرضی طلسم" ہے۔ یہ کتاب خدا نے چاہا بہت جلدی شائع ہو جائے گی۔ مولانا نجم الغنی صاحب بہت زیادہ کام کرتے ہیں۔ ان کی عمر اور ان کی محنت دیکھ کر مجھے بہت غیرت آئی کہ مجھے اپنے زیادہ کام کا فخر رہتا ہے، حالاں کہ مولانا نجم الغنی صاحب مجھ سے زیادہ بوڑھے ہیں مگر کئی حصے زیادہ کام کرتے ہیں۔ رخصت ہوا تو مولانا سواری تک پہنچانے آئے۔ قدیمی بزرگوں کی تہذیب و شائستگی کا وہ ایک مکمل نمونہ

ہیں۔[1]

3-علامہ نجمیؔ اور اکبر الہ آبادی:

اکبر الہ آبادی جب ۱۶ اکتوبر سنہ ۱۸۹۷ء کو رضا لائبریری رام پور آئے تو ایک طویل مشاہداتی اور تاثراتی تحریر ثبت فرمائی، جس میں حسبِ ذیل معائنہ بھی رقم فرمایا:

"میں نے صرف ایک نوجوان عالم نجم الغنی کو دیکھا کہ وہ نہایت مصروفیت سے کسی تاریخی واقعہ کی تحقیق کے لئے کتابوں کا ملاحظہ فرما رہے تھے۔ وہ کسی تصنیف میں مشغول ہے۔ خدا اُن کو جزائے خیر دے۔"[2]

4-علامہ نجمیؔ، مستفتیٔ امام احمد رضا خان:

امام احمد رضا خان حنفی قادری اپنے ہم عصر علما میں ممتاز اور مرجع تھے۔ آپ سے شہروں شہروں اور ملکوں ملکوں استفتاءات آتے اور آپ ان کے علمی و تحقیقی جوابات سے اہلِ علم کو محظوظ فرماتے۔ فتاویٰ رضویہ کے زیادہ تر مستفتی علما، مشائخ، محققین، مصنفین ہیں۔ علامہ نجم الغنی رام پوری بھی مستفتیٔ امام احمد رضا خان ہیں۔ آپ نے ۱۶ رجب ۱۳۱۶ھ میں امام احمد رضا سے میراث سے متعلق ایک طویل نہایت علمی و تحقیقی استفتا کیا۔ فقط استفتا فتاویٰ رضویہ کے صفحہ 216 تا 218 تک ہے۔ سائل کا نام اس طرح ہے:

"از ریاست رام پور محلہ مدرسہ، مولوی حکیم نجم الغنی خاں صاحب

---

(1)۔۔:(ضمیمہ نظام المشائخ دہلی، اگست 1930 صفحہ 17۔18)،(بحوالہ مذاہب الاسلام، مقدمہ، پروفیسر ایوب قادری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

(2)۔۔:(فہرست مخطوطات اردو، رضا لائبریری رام پور، جلد اوّل، مقدمہ ص 20، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ہندوستان پرنٹنگ ورکس رام پور، ۱۹۶۷ء)

طبیب شفاخانہ فوجی ریاست رام پور ۱۶/ رجب ۱۳۱۶ھ"

پھر صفحہ 218 سے امام احمد رضا کا علمی و تحقیقی جوابِ استفتا شروع ہوتا ہے اور 232 صفحہ پر جا کر ختم ہوتا ہے۔[1]

تصانیف:

علامہ نجم الغنی خان رام پوری اپنی ضخیم اور وقیع تصنیفات کی بدولت زندہ و جاوید رہیں گے۔ زمانۂ طالب علمی سے ستر برس کی عمر تک تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ حافظ احمد علی خان شوق رام پوری لکھتے ہیں:

"شب و روز تالیف اور تصنیف کا مشغلہ ہے اور ان کے قلم سے رام پور اور اہلِ رام پور کی علمی شہرت کا سارے ہندوستان میں چرچا ہے۔"

مزید لکھتے ہیں:

"اسکول کی ملازمت سے ترکِ تعلق کر کے تمام توجہ تصنیف اور تالیف پر مصروف کی۔ ان کی تصانیف کا سلسلہ بہت وسیع ہے اور اہلِ رام پور کو اُن کی ذات پر فخر کرنا بجا ہے۔ باوجود قلتِ معاش اپنے سرمایہ سے اپنی تالیفات کو مشتہر کراتے ہیں۔ اپنی صحت اور تن آسانی کا مطلق خیال نہیں ہے۔"[2]

اور کتب خانہ ریاست رام پور وغیرہ کی امداد سے متعدّد علموں میں وہ وہ جامع کتابیں لکھیں کہ جن کا نظیر و جامعیت اور آسانی کی حیثیت سے اس وقت کتب خانوں میں نہیں ملتا۔ کتبِ قدیمہ اور ان کی کتب میں صرف زبان

---

(1)۔۔:(تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو "فتاویٰ رضویہ" کتاب القضاء والدعاوی، جلد 18، ص 216، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2)۔۔:(تذکرہ کاملانِ رام پور، ص 412، بتغیر)

عربی و اردو کا فرق ہے۔[1]

انور حسین اکبر پوری "اودھ کے تاریخ نگار" میں رقم طراز ہیں:

"مولانا حکیم نجم الغنی صاحب اپنے تجربۂ علمی و کثرتِ تصانیف کے لحاظ سے زمانۂ حال میں مشرق کے قدیم علما فضلا کا ایک زبردست نمونہ ہیں اور ان بزرگوں کی خصلت و استعداد کی نسبت جو عجیب و غریب حکایات زبانوں پر مذکور ہیں اور کتابوں میں مسطور ہیں مولانا نجم الغنی خان صاحب کے علمی کارناموں کو دیکھ کر پوری تصدیق ہوتی ہے؛ کیوں کہ مولانائے موصوف نے اصنافِ علوم وفنون میں مہارت بہم پہنچائی ہے۔ مولانا صاحب کی عمر اس وقت پچاس سال سے زیادہ ہو چکی ہے، لیکن اکہرے بدن کے آدمی ہونے کے باوجود ان کا نظامِ جسمانی بہت مضبوط ہے۔ مطالعہ و تالیف و تصنیف میں مولانا کی سرگرمی نوجوان طلبا کو بھی مات کرتی ہے۔ اوائل ۱۹۰۴ء میں مولانا نے اپنی مشہور کتاب "تاریخ روہیل کھنڈ" کی طباعت کی نگرانی کے سلسلے میں لاہور گئے اور پیسہ اخبار کے دفتر میں قیام پذیر ہوئے تو لاہور کے بہت سے تعلیم یافتہ حضرات مولانا کی ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے آپ کو نوجوان پا کر اور تصنیف و تالیف میں اس قدر دلچسپی اور متعدد اصنافِ علوم میں یکتائے زمانہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور پنجاب کے علمی حلقوں میں مولانا کی بے حد قدر و منزلت کی گئی۔"[2]

ایک ماخذ کے مطابق آپ نے اڑتیس ہزار آٹھ سو انتالیس صفحات

---

(1)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

(2)۔۔:(اودھ کے تاریخ نگار، مرتّب انور حسین اکبر پوری، مطبع نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ فیض آباد، ۱۹۹۱ء)

یاد گار چھوڑے۔"[1]

ان کی تالیفات کی فہرست اور ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

علمِ مِلل و نحل:

1-مذاہب الاسلام: یہ کتاب کئی بار مطبع پیسہ اخبار لاہور میں اور ایک بار مطبع احمدی رام پور میں تاریخ مذاہب الاسلام کے نام سے چھپی۔ پیسہ اخبار کا آخری ایڈیشن بڑا و مکمل ہے۔[2]

علمِ تاریخ:

2-تاریخ اودھ:

1910ء-1914ء میں حکیم نجم الغنی خاں نے تاریخ اودھ کے عنوان سے پانچ حصوں اور چار جلدوں میں ایک ضخیم کتاب لکھی جس کا پہلا اڈیشن مطبع نیر اعظم مراد آباد و مطبع مطلع العلوم مراد آباد سے اور غالباً دوسرا ایڈیشن مطبع نول کشور۔ لکھنؤ سے ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا۔ کتابِ ہذا پر منیجر مطبع نیّر اعظم مراد آباد کا یہ تعارفیہ ملاحظہ ہو:

"نواب برہان الملک سعادت خان کے عہد سے لے کر واجد علی شاہ تک کی معزولی کے حالات مفصّل درج ہیں۔ ۷۳ نایاب و کمیاب کتب سے یہ جامع تاریخ مرتّب کی گئی ہے۔ غور و تحقیق کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا گیا۔ فہرستِ مضامین بہت طول طویل ۲۰ صفحہ پر ہے، جس کے دیکھنے سے اس کتاب کی اہمیت اور وقعت معلوم ہو سکتی ہے کہ مؤلّف نے برسہا برس

---

(1)۔۔:(بحر الفصاحت، حکیم نجم الغنی خاں رام پوری، تدوین: ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، مارچ 2006ء، دیباچہ ص 3)

(2)۔۔:(تفصیلی تعارف کے لئے دیکھئے کتابِ ہذا میں شامل مضمون "علامہ حکیم نجم الغنی رام پوری کی عقائد و کلام میں خدمات")

ہے۔ گویا اودھ کے حالات لکھنے والوں میں اوّل نمبر لے لیا ہے۔ غرض کہ کتاب بلحاظ حسنِ صوری و معنوی وجامع ہونے کے، موجودہ زمانے کی قابلِ قدر تصنیف ہے۔"[1]

مندرجاتِ ہر پانچ حِصص کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

حصہ اوّل: اس میں میر محمد امین المخاطب بہ برہان الملت نواب سعادت خان بانیٔ سلطنت اودھ سے لے کر مرزا محمد مقیم المخاطب بہ نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ کی زندگی تک کے حالات اور برہان الملک کا نسب نامہ، اودھ کی حقیقت، لکھنؤ کی آبادی اور شیخ زادے، حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب قدس سرہ کا حال، دربارِ دہلی میں ساداتِ بارہہ کا قابو، اُن کا عروج و زوال، خاندانِ بنگش کے انقلابات، مرہٹوں کے کارنامے، نادر شاہی حملے، نواب سید محمد خان بہادر و نواب سید سعد اللہ خان بہادر روہیلوں کے سوانحات، احمد شاہ ابدالی کی آمد کے حالات یعنی ۱۱۳۱ سنہ ہجری سے ۱۱۶۷ھ تک کے جز و کل تمام واقعات، محمد شاہی دربار کی عبرت خیز و حیرت انگیز رُوداد، ارکانِ دولت وکارپردازانِ سلطنت کے عیوب و نقائص اور اُن کی کورنمکی وخودغرضی وزرکشی اور غیروں سے طلبِ امداد کے دل چسپ ودل کش سین نہایت شرح وبسط کے ساتھ کھینچے گئے ہیں جو ہر طرح سے عبرت و حیرت کا ایک بے بہا مرقّع ہے۔[2]

یہ جلد 300 / تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔

حصہ دوم: اس میں نواب شجاع الدولہ بہادر کی مسند نشینی سے اُن کے

---

(1)۔۔:(مختصر الاصول: پشتی صفحات، بارِ اوّل فروری 1915ء)

(2)۔۔:(سرورقِ تاریخ اودھ: حصہ اوّل، مطبع نول کشور۔ لکھنؤ، ۱۹۱۹ء)

عبرت وحسرت کے پیرایہ میں دِکھلائے ہیں۔ عماد الملک اور شجاع الملک کی چھیڑ چھاڑ شجاع الدولہ کی سخت گیری اور مظالم سے انگریزوں کا ملک گیری کی جانب توجہ کرنا اور روز بَروز اُن کا اقتدار بڑھنا، کارکنانِ سلطنت کی ریشہ دوانیاں، مسلمانوں کی باہم نااتفاقیاں خود غرضیاں، شجاع الدولہ کے ہاتھوں ریاست ہائے نجیب آباد، بریلی اور فرخ آباد وغیرہ کی بربادی، روہیل کھنڈ اور روہیلوں کی خرابی وتباہی، نواب وزیر کے وہ دردناک مناظرِ ظلم وستم جن کے تصور سے جسم پر لرزہ طاری ہو، خاندانِ حافظ رحمت خان کی بیخ کنی اور حافظ صاحب مرحوم کی شہادت، شاہ عالم بادشاہِ دہلی کی شجاع الدولہ کے ہاتھوں بے عزتی اور دربارِ دہلی کی کمزوری۔ یہ وہ عبرت ناک وسبق آموز سین ہیں جن کے دیکھنے سے صرف صوبۂ اودھ ہی نہیں، بلکہ دہلی اور بنگالہ کی بھی پالٹیکس کا ہُو بہو تمام نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ شجاع الدولہ کے زمانہ کی وسعت اور آمدنی ملک اور نواب سید سعد اللہ خان بہادر و نواب سید فیض اللہ خان بہادر نوابانِ رام پور کے حالات تفصیل وَار نہایت شستہ زبان میں درج ہیں۔[1]

یہ جلد 310 / تین سودس صفحات پر مشتمل ہے۔

حصہ سوم: اس میں نواب آصف الدولہ کی مسند نشینی سے وزیر علی خان پسر لطفی آصف الدولہ کے عزل ونصب تک کے کُل واقعات، آصف الدولہ کی رکیک حرکات، اُن کے چُھپے رازوں کا انکشاف وپوست کندہ حالات، اُن کی عجیب وغریب سوءِادبی وتحکمات، اُن کی صحبت میں پواج اور

(1)۔۔: (سرورقِ تاریخ اودھ: حصہ دوم، مطبع نول کشور۔ لکھنؤ، ۱۹۱۹ء)

ذلیل کو کوں بھڑوؤں کی مداخلت اور نواب وزیر علی خان کے نسبت، وزیر علی خان ایک خادمہ کے لڑکے کا آصف الدولہ کے انتقال پر مسند نشینِ سلطنت ہونا اور چار ماہ تک حکومت کر کے اپنی نالائقیوں کے ہاتھوں اور نیز اصلیت ظاہر ہو جانے پر سلطنت سے معزول ہو کر دَربدر ٹھوکریں کھاتے پھرنا اور انگریزوں سے بر سرِ مقابلہ ہونا اور آخر کو قید ہو کر آنا اور حالتِ قید ہی میں دنیا سے کوچ کرنا اور اُس کے عزل کے بعد نواب سعادت علی خان کا سلطنتِ سودھ کے تخت پر بیٹھنا اور حق بہ حق دَار کا غلغلہ اُٹھنا اور انگریزوں کا نواب وزیر سے نیا معاہدہ کرنا۔ یہ تمام واقعات حسرت اندوز و سبق آموز درج ہیں۔[1]

یہ جلد 311 / تین سو گیارہ صفحات پر مشتمل ہے۔

حصہ چہارم: اس میں نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی سے غازی الدین حیدر و نصیر الدین حیدر و مناجان تک کے کُل حالات نہایت شرح و بسط سے درج ہیں۔ نواب وزیر کی جزرسی ملک کی اِس وجہ سے ویرانی، عدل و انتظام میں بے عنوانی، ان وجوہ سے گورنر کا نواب کو تخت سے محروم کرنے کی دھمکی دے کر بہت سا ملک اودھ کا کاٹ کر سرکاری عمل داری میں داخل کرلینا۔ آخر میں نواب وزیر کو زہر دیا جانا اور اُن کے مرنے پر غازی الدین حیدر کا مسند نشین ہو کر کچھ دنوں بعد وزیر سے بادشاہ بن جانا اور بادشاہِ دہلی سے منہ پھرانا۔ اُن کے انتقال پر نصیر الدین حیدر کا مسند نشین ہو کر لہو و لعب میں مشغول ہونا اور خزانے پر جھاڑو پھیر دینا، کمینہ عورتوں اور رنڈی بھڑوؤں کا اقتدار بڑھنا۔ اُن کی ماں کا اچھوتے اور اچھوتیاں بنانا اور ہر امام کی

---

(1)۔۔:(سرورقِ تاریخ اودھ: حصہ سوم، مطبع نول کشور۔لکھنؤ، ۱۹۱۹ء)

ولادت اور چھٹی منانا۔ نصیر الدین حیدر کے انتقال پر منا جان کا بادشاہ بیگم کی اعانت سے انگریزوں کی خلاف مرضی تخت پر بیٹھنا اور سزا پانا۔ نہایت پُر حسرت واقعات ہیں۔[1]

یہ جلد 427 / چار سو ستائیس صفحات پر مشتمل ہے۔

حصہ پنجم: اس میں محمد علی شاہ بادشاہ کا تریسٹھ برس کی عمر میں مسند نشین ہو کر درستیٔ انتظام میں کوشش کرنا اور امام باڑہ حسین آباد وغیرہ بنانا اور پانچ برس سلطنت کر کے راہی ملک بقا ہونا اور امجد علی شاہ کا مسند نشین ہو کر مذہبِ امامیہ میں انتہا سے زائد غلو کرنا۔ اُن کے انتقال پر آخری شاہِ اودھ واجد علی شاہ کا مسند نشین ہو کر لکھنؤ کر پرستان بنا دینا۔ مصنّف صاحب نے اس حصہ میں اس حسن پرست اور مریدِ عیش عاشق مزاج بادشاہ کے کُل واقعات ایک ایک کر کے نہایت تفصیل سے لکھے ہیں اور کوئی چھوٹا سا چھوٹا واقعہ بھی نہیں چھوڑا ہے۔ یہ وہ پُر لُطف حالات اور دل کش و پسندیدہ واقعات ہیں کہ جن سے ہر شخص کو عبرت و نصیحت کا سبق لینا چاہیے۔ سلطنتِ اودھ کا انتزاعی فوٹو اور جانِ عالم واجد علی شاہ کے دورانِ حکومت و قیامِ کلکتہ کے دل چسپ و پُر اسرار واقعات کا نظارہ۔ غدر ۱۸۵۷ء کے تفصیلی حالات، مولوی امیر علی کی شہادت، سلطنتِ اودھ کی بے جا غفلت، انگریزوں کا اودھ کو اپنے تحتِ حکومت میں لے کر ملک کی اصلاح کرنا، ہزاروں کا بننا لاکھوں کا بگڑنا، نمک حراموں کا اسبابِ شاہی میں دخل و تصرف کرنا۔ نہایت پاک و صاف اور دل چسپ طرزِ بیاں سے درج ہیں۔ جن کا لطف دیکھنے ہی پر منحصر ہے۔[2]

---

(1)۔۔:(سرورقِ تاریخ اودھ: حصہ چہارم، مطبع نول کشور۔ لکھنؤ، ۱۹۱۹ء)

(2)۔۔:(سرورقِ تاریخ اودھ: حصہ پنجم، مطبع نول کشور۔ لکھنؤ، ۱۹۱۹ء)

یہ جلد300 / تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔

3-اخبار الصنادید:

یہ روہیلوں اور روہیل کھنڈ کی مفصل تاریخ ہے جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ مصنّف اس بارے میں لکھتے ہیں:

”میں نے یہ کتاب ۱۹۰۶ء میں شائع کی تھی۔ اس وقت بعض ضروری باتیں رہ گئی تھی اور بعض امور کی تحقیق ناقص و نامکمل تھی اور چوں کہ یہ تاریخ میری ہی قوم کا مرقع اور میرے ہی اہلِ وطن کا کارنامہ ہے؛ اس لئے میں اس وقت سے اب تک برابر اس پر نظر ثانی کرتا رہا اور وقتاً فوقتاً محققانہ حالات جمع کئے، یہاں تک کہ اس تحقیق کا نتیجہ یہ صورتِ موجودہ ہے۔“[1]

مندرجاتِ ہر دو جلد ملاحظہ ہوں:

جلد اوّل: اس میں افغان اور لفظِ پٹھان کی تحقیق، اُن کے مذہب و معاشرت و سوانحات، روہیلہ اور روہیل کھنڈ کی وجہ تسمیہ، روہیلوں کی تاریخِ قدیمہ، داود خان کا ملک کٹھیر میں ورود اور نواب سید علی محمد خان کے ہاتھ آنے کی نسبت گفت وشنید، اُن کا حسب ونسب اور عروجِ جاہ و منصب، نواب سید احمد علی خان بہادر ابن نواب محمد علی خان بہادر تک کے پورے و مکمل حالات و تاریخی واقعات نہایت شرح وبسط سے درج ہیں۔[2]

جلد اوّل 756 صفحات پر مشتمل ہے۔

جلد دوم: اس میں نواب سید محمد سعید خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر کے زمانے سے عہد نصفت مہد اعلیٰ حضرت قدر قدرت مخلص

---

(1)۔۔: (اخبار الصنادید، جلد اوّل، ص 3)

(2)۔۔: (سرورقِ اخبار الصنادید، جلد اوّل، مطبع منشی نول کشور۔ لکھنؤ، ۱۹۱۸ء)

الدولہ ناصر الملک امیر الاُمراہز ہائنس نواب سر سید محمد حامد علی خان صاحب بہادر مستعد جنگ دام اقبالہ و اجلالہ مسند نشین حال تک کے واقعات و حالات و محکمہ جات و کارنامہ جات تفصیل وار اور خاتمہ کتاب میں ریاستِ رام پور کا جغرافیہ اور اقوام و صنعت و حرفت و اہلِ خاندان ریاست کے اعزاز و مراسم و دستورات نہایت شرح و بسط سے درج ہیں۔[1]

جلد دوم 528 صفحات کی ضخامت لئے ہوئے ہے۔

اس کا پہلا اڈیشن پیسہ اخبار لاہور میں چھپا تھا اور دوسرا اڈیشن مطبع نول کشور لکھنو سے ۱۹۱۸ء میں شائع ہوا۔

4-کارنامہ راجپوتاں:

یہ ریاست ہائے راجپوتاں و اقوامِ راجپوتاں کی مفصّل تاریخ ہے۔ کارخانہ روزانہ اخبار پنجابی گزٹ پریس بریلی سے 592 صفحات میں شائع ہوئی تھی۔

5-تاریخ راجپوتانہ:

یہ کتاب مطبع پیسہ اخبار لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

6-تاریخ راجگان ہند موسوم بہ وقائع راجستان:

راجپوتوں کے حالات پر یہ ضخیم تاریخی کتاب ہے۔ مندرجات کی تفصیلات حسبِ ذیل ہیں:

اس میں جملہ ہندو اقوام و ملل خصوصاً قوم راجپوت اور اُس کی مختلف شاخوں کا مفصل و مستند بیان از ابتدا تا انتہا موجود ہے۔ یہ ایک آئینہ ہے جس میں اُن غیر قوموں کی سچی تصویریں نظر آتی ہیں جو بیرون جات سے

---

(1)۔۔:(سرورقِ اخبار الصنادید، جلد دوم، مطبع منشی نول کشور۔ لکھنؤ، ۱۹۱۸ء)

آئیں۔ اصلی باشندگانِ ہند کو مغلوب کرکے اقطاعِ ملک پر قابض ہوئیں اور ہندوستان میں رہ کر ہندو کہلانے لگیں۔ ان اقوام کے بعد مسلمانوں کا آنا، اُن کے اقبال و زوال کے حالات، پھر اُن کے بعد انگریزی حکومت کا قائم ہونا وغیرہ وغیرہ تازمانۂ حال بیان کیا گیا ہے۔ رزم بزم، جدال و قتال، روایات و رسوم، حالات تاریخی و جغرافیائی وغیرہ کا یہ کتاب بیش بہا مرقّع ہے اور پھر خوبی یہ ہے کہ فاضل و محقّق مؤلّف نے کرنل ٹاڈ و دیگر موؔرخین کی تمام غلط بیانیوں کی تردید و اصلاح نہایت شرح و بسط اور دلائل و ثبوت کے ساتھ فرمائی ہے۔ اس بے نظیر کتاب کا ماخذ ریاستِ عالیہ رام پور کا بیش بہا کتب خانہ ہے۔[1]

پہلی جلد 384 صفحات پر مشتمل ہے اور دوسری جلد 240 صفحات پر۔ مطبع ہمدم برقی پریس لکھنؤ سے جون 1927ء میں شائع ہوئی تھی۔

راجپوتوں وغیرہ کے حالات و واقعات میں علامہ نجمیؔ نے تین چار کتب لکھی ہیں۔ "کارنامہ راجپوتاں"، "تاریخ راجپوتانہ" اور پھر "تاریخ راجگان ہند موسوم بہ وقائع راجستان"۔ یہ تینوں الگ الگ کتب مختلف ناموں سے شائع ہوتی رہی ہیں اور پھر ان کی تکمیل "تاریخ راجگان ہند موسوم بہ وقائع راجستان" کی صورت میں ہوئی ہے۔ چناں چہ "وقائع راجستان" کے شروع میں "سوانح عمری مؤلف" کے تحت یہ تصریح ملاحظہ ہو:

"راجپوتوں کے حالات میں تاریخ۔ ایک بار "کارنامہ راجپوتاں" کے نام سے چھپی۔ دوسری بار "تاریخ راجپوتانہ" کے نام سے۔ تیسری بار "وقائع

---

(1)۔۔:(سرورقِ تاریخ راجگان ہند موسوم بہ وقائع راجستان، مطبع ہمدم برقی پریس، لکھنؤ، 1927ء)

7-تاریخ اورما:

زبان اردو، ساٹھ ستر جز کی کتاب ہے۔[2]

8-تاریخ ریاست حیدر آباد دکن:

حیدر آباد دکن کی مفصل تاریخ ہے۔یہ کتاب دو جلدوں میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے 1930ء میں شائع ہوچکی ہے۔628 صفحات پر مشتمل ہے۔[3]

9-مختصر تاریخ رام پور:

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے،رام پور کی مختصر تاریخ ہے۔اس کا مخطوطہ ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی پاکستان میں محفوظ ہے۔[4]

10-تاریخ اودے پور:

مولانا نجم الغنی خان سے یہ کتاب خواجہ حسن نظامی نے لے لی تھی،غالباً شائع نہ ہوسکی۔

11-اعظم التواریخ:

یہ کتاب افغانانِ رام پور کی تاریخ کے بارے میں ہے۔[5]

---

(1)۔۔:(تاریخ راجگان ہند موسوم بہ وقائع راجستان: سوانح عمری مؤلف)

(2)۔۔:(تذکرۃ السلوک،علامہ نجم الغنی خان رام پوری،مؤلفاتِ مصنف،ابتداے ورق، مطبع مطلع العلوم واخبار نیّر اعظم مراد آباد)

(3)۔۔:(بحر الفصاحت، حکیم نجم الغنی خاں رام پوری، تدوین: ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، مارچ2006ء، دیباچہ ص5)

(4)۔۔:(ایضاً)

(5)۔۔:(نہج الادب، مقدمہ،ڈاکٹر زہرہ مشاوری)

12-تاریخِ بغاوتِ ہند:

یہ کتاب ریاست حیدر آباد دکن کی تاریخ کے بارے میں ہے۔[1]

13-تاریخ التواریخ:

ڈاکٹر زہرہ مشاوری نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔[2]

علمِ صرف و نحو:

14-نہج الادب:

فارسی قواعد، اصول ادب، صنائع بدائع اور علم بیان پر مفصل تصنیف ہے۔اس اصولِ اَلسنہ سے بھی بحث کی ہے اور تمام کتبِ لغات پر تنقید و محاکمہ کیا ہے۔یہ کتاب 1919ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے 822 صفحات پر شائع ہوئی تھی۔فارسی زبان میں ہے۔[3]

"تذکرۃ السلوک" کے شروع میں "مؤلفاتِ مصنّف" کے تحت اس کتاب کا نام "قانونِ فارسی" لکھا ہے اور یہ تفصیل دی ہے:

"اس میں زبان فارسی کے صرف و نحو کو علاحدہ علاحدہ حصوں پر لکھا ہے۔سو جز کے قریب اس کی ضخامت ہے۔زبان اس کی فارسی ہے۔"[4]

"اخبار الصنادید"میں مصنف خود لکھتے ہیں:

---

(1)۔۔:(ایضاً)

(2)۔۔:(ایضاً)

(3)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

(4)۔۔:(تذکرۃ السلوک، علامہ نجم الغنی خان رام پوری، مؤلفاتِ مصنف، ابتداے ورق، مطبع مطلع العلوم واخبار نیّرِ اعظم مراد آباد)

”اس میں زبان فارسی کے صرف و نحو کو علاحدہ علاحدہ حصوں میں لکھا ہے۔ ہر مسئلے کو دلائل کے ساتھ مدلل کر دیا ہے۔ مثالیں بکثرت فارسی زبان کی کتابوں سے دی ہیں۔ نہایت مبسوط کتاب ہے۔ مطبع منشی نول کشور میں ”غیاث اللغات“ کے حاشیے پر چھپ رہی ہے۔[1]

یہ کتاب (نہج الادب) ڈاکٹر زہرہ مشاوری کی تحقیق و تصحیح سے انتشارات سخن، تہران سے دو جلدوں میں، 2017ء میں شائع ہو چکی ہے۔

ڈاکٹر عارف نوشاہی صاحب کتابِ ہذا کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں:

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے: پہلا حصہ علمِ صرف سے متعلق ہے اور دوسرا علمِ نحو سے۔

حصۂ صرف میں فعل، اسم، حرف، حرکات و سکنات، حروف، آدابِ املا اور فارسی رسم الخط پر مباحث ہیں۔

حصۂ نحو میں کلمہ، کلام اور ملحقاتِ مفعول، توابع، مقدرات اور محذوفات کی بحثیں ہیں۔

ایک خاتمۃ الکتاب بھی ہے جس میں فارسی زبان کی اقسام، فارسی زبان کی کیفیت، ایرانی اور تورانی محاورے، حقیقتِ لغت اور لغت کی معتبر کتابیں، قیاس سے لغت کا ثبوت، قرینے سے کلمات وضع کرنا، عربی زبان میں تفریس اور ہندی زبان میں تفرسی و تہنید کے مباحث ہیں۔

ان سب چیزوں کو اس قدر جزئیات اور شواہد کے ساتھ پیش کیا گیا ہے

---

(1)۔۔: (اخبار الصنادید، جلد 1، ص 18)

کہ "نہج الادب" فارسی قواعدِ زبان پر ایک دائرۃ المعارف کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔[1]

15۔رسالہ نجم الغنی:

یہ "نہج الادب" کا زبانِ فارسی میں انتخاب و خلاصہ ہے۔ مطبع احمدی رام پور سے 1898ء میں 170 صفحات میں شائع ہوا تھا۔[2]

16۔ منتہی القواعد عرف قواعد حامدی:

یہ اردو زبان میں "نہج الادب" کا نہایت مبسوط انتخاب ہے۔ مطبع نیّرِ اعظم مراد آباد نے 480 صفحات میں شائع کیا تھا۔[3]

17۔شرح نکتہ رسالہ عبد الواسع ہانسوی:

یہ فارسی زبان میں عبد الواسع ہانسوی کے رسالہ کی شرح ہے۔یہ رسالہ منتہی القواعد کے ساتھ چھپا تھا۔[4]

اس رسالہ میں حروفِ تہجی اور اعدادِ مفردہ و مرکبہ میں تطبیق کا بیان ہے۔[5]

علمِ عروض و قافیہ و معانی و بیان و بدیع:

18۔بحر الفصاحت:

یہ کتاب علومِ مذکورہ [علمِ عروض ، قافیہ ، معانی، بیان، بدیع] اور دیگر

(1)۔۔:(معارف، جلد200،جولائی 2017ء،"نہج الادب" کی ایرانی اشاعت،ڈاکٹر عارف نوشاہی، ص67)

(2)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

(3)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

(4)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

(5)۔۔:(اخبار الصنادید، جلد1، ص20)

[illegible] ادب و انشا پردازی کی [illegible] کتاب ہے۔ ایک بار [illegible] رام پور سے چھپی، دوبارہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ میں، تیسری بار پھر اضافہ ہو کر مطبع مذکور میں 1232 صفحات پر چھپی اور پنجاب یونیورسٹی کے اردو فاضل کے کورس میں شامل ہے۔[1]

علامہ نجم الغنی نے بحر الفصاحت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور دیباچے میں ان پانچ حصوں میں بیان کردہ مباحث کا خاکہ خود دیا ہے جس میں ایک صدف اور چار جزیرے ہیں:

صدف: یہ حصہ حقیقتِ شاعری پر ہے جس میں عربی، فارسی اور اردو شاعری، ان زبانوں میں شعر کی کیفیت، جواز اور عدم جواز پر بحث کی گئی ہے۔ صدف کے چھ موتی ہیں: پہلا موتی شعر کی ایجاد، جواز و عدم پر۔ دوسرا موتی اردو شعر کی حقیقت اور ریختے کے بیان میں ۔ تیسرا موتی شعر کی تعریف کے حوالے سے۔ چوتھا موتی شعر کی قسموں کے حوالے سے۔ پانچواں موتی نظم کی اقسام اور ان کی نسبت سے اشعار کی قسموں کے بیان میں۔ چھٹا موتی مضمون کے اعتبار سے نظم کی قسموں کے بیان میں ہے۔

پہلا جزیرہ: یہ حصہ علمِ عروض کے بیان میں ہے۔ اس میں عروضی حوالے سے تفصیلی بحث کی گئی ہے اور اسے مزید چھ شہروں میں تقسیم کیا گیا ہے: پہلا شہر بحروں کی ایجاد۔ دوسرا شہر ارکانِ بحر اور بحر کے دائروں کے حوالے سے بحث کرتا ہے۔ تیسرا شہر زحافات کے حوالے سے۔ چوتھا شہر تقطیع کے بیان میں۔ پانچواں شہر بحروں کی تفصیل۔ اور چھٹا شہر رباعی کے بیان میں۔

---

(1)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

دوسرا جزیرہ: یہ حصہ علمِ قافیہ کی تفصیل بیان کرتا ہے جس کے مزید پانچ شہر ہیں: پہلا حروفِ قافیہ، پھر حرکاتِ حروفِ قافیہ، اس کے بعد عیوبِ قافیہ، پھر اقسامِ قافیہ باعتبارِ وزن اور آخر میں ردیف کا بیان۔

تیسرا جزیرہ: یہ حصہ فصاحت و بلاغت کے حوالے سے ہے اور اس کے مزید تین شہر ہیں جو پھر کئی باغات اور چمنوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلا شہر علمِ معانی۔ دوسرا شہر علمِ بیان۔ دوسرا شہر علمِ بدیع کے احوال میں ہے۔

چوتھا جزیرہ: اس حصے میں ایک شہر اور دو صحرا ہیں۔ شہر اقسامِ نثر کے حوالے سے۔ پہلا صحرا عیوبِ کلام اور دوسرا صحرا سرقاتِ شاعری کے بیان میں ہے۔

"بحر الفصاحت" کی اشاعتی تفصیلات پر ایک نظر:

۱۔ نجم الغنی خان رام پوری، بحر الفصاحت، رام پور، مطبع سرور قیصری، بار اوّل۔ (۲۳۸-صفحات)، ۱۸۸۵ء۔

۲۔ مصنّف ایضاً، کتاب ایضاً، لکھنؤ، منشی نول کشور، بار دوم۔ (۱۱۱۹-صفحات) ۱۹۱۷ء۔

۳۔ مصنّف ایضاً، کتاب ایضاً، لکھنؤ، منشی نول کشور، بار سوم۔ (۱۲۳۲-صفحات) ۱۹۲۶ء۔

۴۔ مصنّف ایضاً، کتاب ایضاً، کمال احمد صدّیقی، مدوّن، کتاب ایضاً، دہلی، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان۔ (دو حصص، ۱۶۲۱-صفحات) ۲۰۰۶ء۔

۵۔ مصنّف ایضاً، کتاب ایضاً، قدرتؔ نقوی، سیّد، مدوّن، کتاب ایضاً، لاہور، مجلسِ ترقّیِ ادب۔ (سات حصص، --۱۹۵۰-صفحات) ۱۹۹۹ء تا ۲۰۰۷ء۔

بعض کتب "بحر الفصاحت" کے جواب میں بھی لکھی گئی ہیں۔ چودھری

محمد شریف خان شوخ لاہوری کی کتاب "فنِ شاعری عرف میزان العروض"[1]۔ یہ "بحر الفصاحت" کے علاوہ کیپٹن جی ڈی پائیبس کے استاد خواجہ عشرتؔ لکھنوی کی "شاعری کی کتاب"[2] کے جواب میں لکھی گئی ہے۔

"بحر الفصاحت" کے جواب میں ایک اور کتاب حمیدؔ عظیم آبادی کی "جامع العروض" ہے جس کا تاریخی نام "امیر العروض" تھا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن "میزانِ سخن"[3] کے نام سے چھپا۔ حمیدؔ عظیم آبادی کی کتاب میں "بحر الفصاحت" کے علاوہ "قواعد العروض" سے بھی اختلافات ظاہر کیے گئے ہیں۔[4]

19-مفتاح البلاغت:

علامہ نجم الغنی خان رام پوری نے خود "بحر الفصاحت" کی تلخیص "مفتاح البلاغت" کے نام سے کی۔ جسے حسبِ فرمائش کارپردازانِ کارخانہ پیسہ اخبار لاہور، مطبع خادم التعلیم اسٹیم پریس لاہور نے ۱۹۲۱ء میں 208 صفحات پر شائع کیا تھا۔ مصنف کتابِ ہذا کے دیباچہ میں رقم طراز ہیں:

جب "بحر الفصاحت" کو دوبارہ مرتّب کرکے ۱۳۳۵ سنہ ہجری میں (۱۱۱۰) صفحات پر شائع کرایا تو بعض صاحبوں نے کہا کہ یہ کتاب طویل بہت

---

(1)۔۔:شوخؔ لاہوری، چودھری محمد شریف، فنِّ شاعری عرف میزان العروض، لاہور، کتب خانہ منشی عزیزالدّین، سن ندارد۔

(2)۔۔:عشرتؔ لکھنوی، خواجہ محمد عبدالرّؤف، شاعری کی کتاب، لکھنؤ، نظامی پریس، بارسوم، ۱۹۳۸ء

(3)۔۔:حمیدؔ عظیم آبادی، جامع العروض، تاریخی نام امیر العروض، لاہور، ۱۹۴۵ء

(4)۔۔:(ماخوذ از شش ماہی مجلہ "معیار" اسلام آباد، شمارہ ۹ جنوری-جون ۲۰۱۳ء، ص ۱۸۱-۲۰۰، اردو عروض: ارتقائی مطالعہ، محمد زبیر خالد/ڈاکٹر روبینہ ترین)

ہے؛اس لئے قیمت زیادہ ہے۔اس طرح کا ایک چھوٹا سا آسان اور جامع رسالہ بنا دیا جائے، تاکہ کم استطاعت و کم استعداد لوگ اُس سے فائدہ اُٹھا سکیں؛اس لئے میں یہ اطناب سے خالی رسالہ تحریر کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ اس کو اہلِ علم و طلب میں مقبول کرائے۔

اس میں علمِ عروض، قافیہ، معانی، بیان اور بدیع کا ذکر ہے اور مشتمل ہے ایک مقدمے اور تین باب اور ایک خاتمے پر۔نام اس رسالے کا"مفتاح البلاغت"رکھاہے۔(1)

ایک تلخیص مولانا عبدالحمید خان ارشدؔ سرحدی نے"ریاض البلاغہ ملخص بحر الفصاحۃ"کے نام سے کی۔جسے شیخ جان محمد اللہ بخش تاجرانِ کتب لاہور نے ۱۹۳۰ءمیں شائع کیا۔(2)

اسی طرح ایک تلخیص"تلخیصِ بحر الفصاحت"کے نام سے عارف حسن خان صاحب نے بھی کی۔جسے ایم ،کے آفسیٹ پرنٹرس-دہلی نے ۲۰۰۸ءمیں شائع کیا۔

علمِ طب:

20-خزائن الادویہ: یہ کتاب آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔اس میں ادویۂ مفردہ یونانی، ہندی، انگریزی اور دیگر اقالیم معہ تشریحِ خواص و فوائد و طبیعت وغیرہ کا بیان ہے۔یہ کتاب علامہ نجمیؔ نے مولوی حاجی محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور کے حسبِ ایما تحریر فرمائی۔

"خزائن الادویہ"چھٹی جلد کے آخر میں اس کتاب کے بارے میں یہ

---

(1)۔۔:(مفتاح البلاغت، ص ا، مطبع خادم التعلیم اسٹیم پریس، لاہور، ۱۹۲۱ء)

(2)۔۔:(مفتاح البلاغت، ص ا، مطبع خادم التعلیم اسٹیم پریس، لاہور، ۱۹۲۱ء)

اشتہار ہے:

"خزاین الادویہ، بڑے چار ہزار صفحے، مصنفہ فاضلِ اجل حکیم مولوی محمد نجم الغنی خان صاحب رام پوری، یونانی ویدک اور انگریزی مفردات ادویات میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی جس کی اس عظیم الشان کتاب میں خواص، فوائد، شناخت اور طبی استعمال خوراک و بدل وغیرہ، غرض کہ کوئی چیز باقی نہیں جو درج نہیں کی گئی۔"(1)

پہلی جلد420، دوسری814، تیسری437، چوتھی448، پانچویں413، چھٹی579، ساتویں495، آٹھویں426 صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ تمام مجلدات پیسہ اخبار لاہور سے ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی تھیں۔ یہ کتاب انجمن ترقی اردو کراچی میں موجود ہے، ہم نے اسی سے استفادہ کیا ہے۔

21-خواص الادویہ: یہ ادویۂ مفردہ کے بیان میں ہے۔ ۳ جلدوں میں پیسہ اخبار لاہور سے چھپا ہے۔(2)

22-خزانۃ الادویہ:

یہ ادویۂ مفردہ کے بیان میں چار جلدوں میں ہے اور مطبع نول کشور لکھنؤ سے 3720 صفحات پر شائع ہوئی ہے۔(3)

منیجر نول کشور پریس اس پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انقلابِ زمانہ و کوتاہی اہلِ فن اور قناعتِ بیجا سے جو آفات علوم و فنونِ قدیمہ کو پہنچے، وہ اظہر من الشمس ہیں۔ جس کی وجہ سے اختراعات اور ایجادات کے ساتھ ہی دائرۂ تحقیقات و معلومات اس قدر تنگ ہو گیا کہ

---

(1)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد۶، پیسہ اخبار لاہور، ۱۹۲۶ء)

(2)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

(3)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

باریک پرکار سے بھی اُس دائرہ کی شکل نہیں کھنچ سکتی۔ چناں چہ ایک شریف طب یونانی ہی ملاحظہ فرمالیجئے جو آج جاہل عطاروں کے ہاتھ پڑ کر کس حالت کو پہنچ گیا ہے۔ گلی گلی اشتہاری طبیب اور پبلک کو خراب کرنے والے دوا فروش اپنی بے بنیاد لفاظی اور جعل سازی سے لوگوں کو بہکا رہے ہیں۔ معلومات کی یہ حالت ہے کہ بڑے بڑے درجہ کے اطبا بھی دوا کی صورت سے ناواقف ہیں۔ دواسازی کے قواعد اس قدر عام ہوگئے ہیں کہ ہر شخص اپنے ذہن میں اُس کو سہل الاصول سمجھے ہوئے ہے۔ انہیں خرابیوں پر نظر کرتے ہوئے مولانا حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب رام پوری نے ایک مکمل ذخیرۂ ادویات ''خزانۃ الادویہ'' کے نام سے نہایت محنت و جانفشانی سے تیار فرمایا ہے جس میں تمام ادویات یونانی و انگریزی و ویدک کے افعال و خواص، مضر و مصلح، مدتِ حیات و تراکیب وغیرہ مفصل طور سے تحریر فرمائے ہیں۔ مولانا کی قابلیت و وسعتِ نظری کا اندازہ اُن کی اس کتاب سے ہو سکتا ہے، اگرچہ اس فن کے متعلق بہت سی کتابیں اردو میں ہوں گی، مگر ایسی جامع کتاب شاید آج تک نظر سے نہ گزری ہوگی۔ مولانائے ممدوح نے بڑی بڑی کتبِ مستندہ فنِ طبِ یونانی و انگریزی و ویدک کی ورق گردانی کر کے یہ ایک ذخیرہ بے بہا جمع کیا ہے جس کے لئے ہم مولانا کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ قدردانِ فنِ طب کو مولانا کی مساعیٔ جمیلہ کا تہِ دل سے معترف ہونا چاہیئے۔ ایسے ہی ہمدرد ملک اور قوم کی ذاتِ بابرکات سے امید پڑتی ہے کہ شاید خزانۂ اُردو بھی ایک دن انواع و اقسام کے جواہرِ علمی سے مالامال ہو جائے گا۔ اس کتاب کی چار جلدیں ہیں اور ہر ایک جلد تقریباً چھ چھ سو صفحہ پر ختم ہوگی، جو بالفعل زیرِ طبع ہے۔[1]

---

(1)۔۔:(بحر الفصاحت، منشی نول کشور لکھنؤ، پشتی صفحہ، بار دوم، ۱۹۱۷ء)

23- قرابادین نجم الغنی:

یہ مرکب ادویہ کے بیان میں ضخیم کتاب ہے۔ 707 صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع نول کشور لکھنؤ سے دو مرتبہ چھپ چکی ہے۔ (1)

علمِ فقہ:

24- القول الفیصل فی شرح الطہر المتخلل:

شرح وقایہ کے مسئلہ طہر متخلل کی شرح ہے۔ عربی زبان میں لکھی ہے۔ یہ رسالہ "تاریخ مذاہب الاسلام" کے آخر میں مطبع احمدی رام پور سے چھپا تھا۔ (2)

علمِ اصولِ فقہ:

25- اصولِ فقہ:

علامہ نجمیؔ نے اصولِ فقہ پر ایک ضخیم کتاب لکھی تھی۔ آپ خود اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مجھے ابتدائے شعور سے اس بات کا خیال تھا کہ علمِ فقہ میں تو بہت سی کتابیں اردو میں تیار ہو گئی ہیں، مگر اصولِ فقہ کو اردو کا لباس پہنانے کی کسی نے کوشش نہیں کی، حالاں کہ فقہ اُس سے ماخوذ ہے اور اُس کا محصل و نتیجہ ہے اور فقہ کے دلائل سمجھنے میں اکثر اُس کی حاجت ہوتی ہے۔ چناں چہ اوّل اوّل میں نے ایک کتاب مبسوط و مطوّل زبانِ اردو میں لکھ کر اردو کی اس کمی کو پورا کیا تھا اور نام اُس کا "اصولِ فقہ" رکھا تھا۔ بعض وجوہ سے اب تک وہ کتاب چھپ کر شائع نہ ہو سکی۔" (3)

---

(1)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

(2)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

(3)۔۔:(مختصر الاصول: ص 1، بارِ اوّل فروری 1915ء)

دوسری کتاب میں ایک مقام پر اس کتاب کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"فنِ اصولِ فقہ میں بہت مبسوط کتاب ہے۔ پیسہ اخبار کے پریس میں چھپ رہی ہے۔[1]

26- مختصر الاصول:

یہ مذکورۃ الصدر ضخیم کتاب کا اختصار ہے۔ مصنّف اس حوالے سے لکھتے ہیں:

یہ "اصولِ فقہ" کا انتخاب ہے۔[2]

"مختصر الاصول" کے ابتدائیہ میں مصنّف اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جن خاص خاص آدمیوں کو اُس (اصولِ فقہ، مطوّل) کا حال معلوم تھا ،انھوں نے یہ استدعا کی کہ اس کے دلائلِ ادق و مباحثِ مشکلہ کو حذف کرکے ضروری مضامین کا ایک مختصر سار سالہ انتخاب کر دیا جائے تو کم مایہ پڑھنے والوں کے لئے زیادہ فائدہ اور آسانی ہو جائے؛ اس لئے میں نے اُس جامعِ معقول و منقول کتاب سے یہ کارآمد مطالب اخذ کر کے "مختصر الاصول" نام رکھا۔"

مزید فرماتے ہیں:

"اس میں دو حصے ہیں:

پہلے حصے میں ادلّہ اربعہ (کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع، قیاس) کا

---

(1)۔۔:(اخبار الصنادید، جلد 1، ص 20)

(2)۔۔:(اخبار الصنادید، جلد 1، ص 20)

بیان ہے۔ دوسرے حصے میں احکام کی تفصیل ہے۔"[1]

کتابِ ہذا384 صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی بار مطبع مطلع العلوم واخبار نیّر اعظم مراد آباد سے فروری 1915ء میں شائع ہوئی تھی۔

27-مزیل الغواشی:

مدارسِ اسلامیہ کے نصاب میں شامل اصولِ فقہ کی مشہور درسی کتاب "اصول الشاشی" کی اردو شرح ہے۔ جسے مصنّف نے بعض حضرات کے اصرار پر تحریر کیا اور مضامین و مطالب کی توضیح و تشریح بھرپور طریقہ سے کی ہے۔ چناں چہ مصنف خود مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"بعض شائقین نے مجھ سے باصرار کہا کہ رسالہ "اصول الشاشی" کی اگر شرح اردو میں لکھ دے تو کم مایہ اور کم استعداد لوگوں کو بھی علمِ اصولِ فقہ کے مسائل اور باریکیوں کے حاصل کرنے کا موقع مل جائے؛ اس لئے خاکسار رسالہ مذکورہ کی شرح اردو زبان میں لکھتا ہے اور نام اس کا "مزیل الغواشی" رکھتا ہے۔ ہر مسئلے کے بیان میں حتیٰ الوسع نہایت توضیح کی جائے گی ۔اختصارِ بے محل یا طولِ عمل سے اس کو پاک صاف رکھا جائے گا۔"[2]

یہ کتاب پہلی بار مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔اب تک کئی مکتبوں سے شائع ہوچکی ہے۔ 2007ء میں قاسم پبلی کیشنز-کراچی سے بھی شائع ہوئی تھی۔

علمِ کلام:

28- تعلیم الایمان شرح فقہ اکبر:

---

(1)۔۔:(مختصر الاصول: ص1-2، 1915ء)

(2)۔۔:(مزیل الغواشی: قاسم پبلی کیشنز-کراچی، 2007ء، ص9)

29- بم العقائد:

30- شرح عقائد نسفی (متوسط):

31- تہذیب العقائد:

32- عقود الجواہر فی احوال البواہر:

33- سلک الجواہر فی احوال البواہر یعنی داودیہ بوہروں کی تاریخ:

(28 تا 33 کتب کے تعارف کے لئے دیکھئے کتابِ ہذا میں ہی شامل مضمون "علامہ حکیم نجم الغنی رام پوری کی عقائد وکلام میں خدمات")

علمِ تصوّف:

34- تذکرۃ السلوک:

یہ تصوف و سلوک پر نہایت وقیع اور معرکۃ الاراء مسائل پر مشتمل کتاب ہے۔ اس میں مصنّف نے پہلے صوفی، متصوف، مستصوف، تصوف کی تعریف وفوائد، علمِ سلوک اور سالک کے معاملات، حدیث «مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا» کی شرح، اشراق اور اشراقیوں کی تحقیق اور بعض حکمائے اسلام کا بیان، شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت، کرامت وثبوت کرامت وغیرہ موضوعات پر بہت تفصیلی کلام کیا ہے۔

پھر مراتب توحید، اسما وصفاتِ الٰہی، علمِ الٰہی اور علمِ حضوری و حصولی، جبر وقدر، الفاظ ومعانئ قرآن، رویت الٰہی، انسانوں اور فرشتوں کے باہم فاضل ومفضول ہونے کی تحقیق، عصمتِ انبیا، انبیا آپس میں فاضل ومفضول ہیں، اہل بیت اور صحابہ کی محبت، حشر ونشر، جنت ودوزخ، عذاب قبر، منکر ونکیر، پل صراط، الہام ووحی، کشف کی تفصیل، ولی نبی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا اور نبوت وولایت کی باہمی تفصیل، وحدت الوجود اور وحدت الشہود، عالمِ صغیر اور عالمِ کبیر، صوفیہ کے اخلاق وغیرہ مضامین پر تفصیلی بحث

کی ہے۔

پھر وصایائے شیخ محی الدین عربی(۵۴وصایا)، منازلِ صوفیہ اور ہر منزل کے نور کا رنگ، صوفیہ کے شطحیات، بیعت کا بیان، کاملوں اور مرشدوں کے آداب، قربِ الٰہی کی علت موجبہ اور اُس میں ترقی کرنا، کسب، سیر نفسی، سیر آفاقی، سالک مجذوب، پیغمبر یا ولی کی روح سے فیض اُویسی، سمائے حسنیٰ اور اُن کے اظلال وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد مستحسنات صوفیہ (یعنی رسوم خرقہ، خانقاہ، چلہ، تسبیح وغیرہ)، صوفیہ کے احوال (معرفت، محبت، شوق، خواب، موت کے وقت کے احوال، قوالی کی مجلس وغیرہ)، مرید و مراد، سالک مجذوب، مجذوب سالک، سالک ابتر، مجذوب ابتر، سعید و شقی، متصوفہ، ملامتیہ، زاہد، فقیر، خادم، عابد، متنبی، باطنیہ مباحیہ، زنادقہ، قلندر، حشویہ، متزہد، مرائیہ، متخادم، مستخدم، عابد، متعبد، نفس وروح کے باب میں تحقیقات فلاسفہ یونان و علمائے اسلام، روح کی تحقیق میں مذاہبِ مشہورہ، معاد کے باب میں اقوال، ایمان کی بحث اور اُس کے دورے وغیرہ کا بیان ہے۔

پھر آخر میں سلاسلِ طریقت اور مصطلحاتِ صوفیہ (مصطلحات صوفیہ کی فہرست باعتبار حروف تہجی کے لکھی ہے) کو تفصیلی بیان کیا ہے۔

کتابِ ہذا میں وہ مباحث بھی دل چسپ ہیں جہاں مصنّف ناقدینِ تصوف کی رائے ذکر کرنے کے بعد ان کا ردّ کرتے ہیں، مصنّف نے نواب صدیق حسن خان بھوپالی کا ردّ کئی مقامات پر کیا ہے۔

یہ کتاب مطبع نیّر اعظم مراد آباد سے 376 صفحات پر شائع ہوئی تھی۔

کتاب کے آخر میں تین استفتاءات بھی شامل ہیں۔ جن کے جوابات

مشائخ کی تصدیق و تائید سے مزیّن ہیں:

علامہ عبدالغفار خان رام پوری، علامہ محمد ظہور الحسین مدرّس دوم مدرسہ عالیہ رام پور، علامہ مفتی محمد اعجاز حسین مجدّدی، علامہ محمد نثار علی، شمس العلماء علامہ عبدالحق خیر آبادی، مولانا محمد ارشد علی، مولانا محمد عبدالحق، علامہ محمد فضل حق رام پوری، مولانا محمد مدنی صاحب، مولانا محمد عبدالغنی ولی اللہی وغیرہ۔

علمِ فرائض:

35-شرح سراجی:

یہ علامہ سراج الدین سجاوندی کی علم الفرائض میں مشہورِ زمانہ کتاب "السراجی فی المیراث" کی نہایت اہم اور مفید شرح ہے۔ اس کے آخر میں تین فصلوں میں ایک ضمیمہ بھی ہے۔ 244 صفحات پر مشتمل یہ کتاب 1928ء میں ریاست رام پور کے مطبع سے چھپی ہے۔ [1]

علمِ منطق:

36-میزان الافکار:

فن منطق کو زبانِ فارسی میں بیان کیا ہے اور موادِ قیاس کو اس تفصیل سے بیان کیا ہے کہ مروّج رسالوں میں یہ بات نہیں۔ [2]

---

(1)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)، (بحر الفصاحت، حکیم نجم الغنی خاں رام پوری، تدوین: ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، مارچ 2006ء، دیباچہ ص 7)

(2)۔۔:(تذکرۃ السلوک، علامہ نجم الغنی خان رام پوری، مؤلفاتِ مصنف، ابتداے ورق، مطبع مطلع العلوم واخبار نیّر اعظم مراد آباد)

"اخبار الصنادید" میں مصنف خود لکھتے ہیں:

"فنِ منطق میں ہے۔اس کی تصحیح مولوی فضلِ حق صاحب پرنسپل مدرسہٴ عالیہ رام پور اور مولوی ظہور الحسین سابق مدرّس دوم مدرسہٴ عالیہ نے کی ہے۔[1]

37-معیار الافکار: منطق پر 80 صفحے کا یہ رسالہ زبان فارسی میں ہے۔ مطبع احمدی رام پور میں چھپا ہے۔[2]

علمِ اَورَاد:

38-شرح چہل کاف:

28 صفحے کا یہ رسالہ اَوراد اعمال کے بیان اور دعا چہل کاف کی شرح میں ہے۔ یہ رسالہ 1901ء میں مطبع نیر اعظم مراد آباد سے شائع ہوا ہے۔[3]

علمِ فال:

39-مفتاح المطالب:

32 صفحے کا یہ رسالہ قرآن کی آیات سے فال نکالنے کے بیان میں ہے اور شیخ محی الدین ابن عربی کے ایک عربی رسالہ کا اردو ترجمہ ہے۔ مطبع سرور قیصری رام پور سے شائع ہو چکا ہے۔[4]

---

(1)۔۔:(اخبار الصنادید، جلد1، ص19)

(2)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

(3)۔۔:(اخبار الصنادید، جلد1، ص20)، (بحر الفصاحت، حکیم نجم الغنی خاں رام پوری، تدوین: ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، مارچ 2006ء، دیباچہ ص7)

(4)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

اخبار الصنادید میں مصنف اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس رسالہ میں آیاتِ قرآنی سے فال لینے کی ترکیب بتائی ہے۔ یہ رسالہ دراصل شیخ اکبر قدّس سرّہ کے ایک رسالہ عربی کا ترجمہ ہے۔ میاں منصور علی صاحب رام پوری نے اس کی تاریخ یوں لکھی ہے:

فال نامہ ز آیت قرآن خانِ نجم الغنی گفت
کلک منصور سال طبع نوشت فال نامہ گل مراد شگفت

علمِ لغت:

40- تسہیل اللغات:

یہ کتاب اردو زبان میں لغات و مصطلحاتِ کتبِ درسیہ کے بیان میں ہے اور دیباچے میں علمِ اصولِ لغت سے بحث کی گئی ہے۔ ابھی صرف دو جلدیں لکھی گئی ہیں: جلد اوّل 634 صفحات پر تائے فوقانی تک ہے اور دوسری جلد ابتدائے سین مہملہ تک 535 صفحات پر پہنچی ہے۔[2]

پروفیسر ایوب قادری اس پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ کتاب اردو زبان میں لغات و مصطلحات کے بارے میں ہے۔ 1928ء میں حرف سین تک لکھی جاچکی تھی۔ یہ مواد دو جلدوں میں آیا تھا۔ جلد اوّل 634 صفحات اور جلد دوم 534 صفحات پر مشتمل تھی۔ مولانا نجم الغنی خاں نے دونوں جلدیں نواب سر رضا علی خاں رئیس رام پور کو پیش کر دی تھیں۔ صرف دوسری جلد رضا لائبریری رام پور میں موجود

---

(1)۔۔:(اخبار الصنادید، جلد1، ص20)

(2)۔۔:(خزائن الادویہ، جلد ہشتم، آخرِ کتاب، مؤلف کی ہستی، مطبع پیسہ اخبار لاہور، 1919ء)

ہے۔

41-دیوان نجمی:

حکیم نجم الغنی خاں شاعرانہ ذوق رکھتے تھے۔ نوجوانی میں خوب شعر کہتے تھے۔ 16 سال کی عمر تک جو کچھ کہا تھا اس کا انتخاب کر کے دیوان نجمی کے نام سے 27 نومبر 1929 کو رضا لائبریری رام پور میں داخل کر دیا ہے۔ اس مجموعہ کلام میں غزلیات و قصائد ہیں۔

نمونۂ شاعری:

مولانا نجم الغنی خاں رام پوری شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے، نجمؔ اور نجمیؔ تخلص تھا۔ حمدیہ، نعتیہ، قصائد اور تواریخِ وصال وغیرہا کلام کہتے تھے۔ بطورِ نمونہ حمد و نعت خاطر نشین ہیں:۔

حمد الٰہی عزّوجلّ

الٰہی تو ہے خسروِ خسروان — دو عالم میں ہے تیرا سکہ رواں
ازل سے ابد تک ہے شاہی تری — دوامی ہے عالم پناہی تری
ترے زیرِ فرمان زمین و فلک — ترے تابعِ حکم انس و ملک
تری حکمرانی ہے حکمت کے ساتھ — بڑے صورت و شان و شوکت کے ساتھ
ترے قصر کا چرخ اطلس ہے فرش — ترا تاجِ عظمت ترا تخت عرش
بایں عزت و جاہ خاقان چین — ترے خوانِ احسان کا ہے ریزہ چین
بڑھائے جو اعزاز کمزور کے — سلیمان مہمان ہوں مور کے
تری سلطنت میں پئے مجرمان — جہنم ہے زندانِ آتش فشان

---

(1)۔۔:(مذاہب الاسلام، مقدمہ، پروفیسر ایوب قادری، ص م، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

اطاعت گزاروں کی تقدیر میں لکھا باغِ فردوس جاگیر میں

ترے آگے شاہوں کی شوکت ہے ہیچ حکیموں کی حکمت فراست ہے ہیچ

تو محتاجِ اظہارِ انسان نہیں کوئی رازِ دل تجھ سے پنہاں نہیں

پۓ سجدۂ شکر شمس و قمر ترے آستاں پر جھکاتے ہیں سر

تری جستجو میں یہ ہفت آسمان پھرا کرتے ہیں گرد دورِ جہاں

تو ہے وہ جہاندار و عالم پناہ کہ ہر کارے دو ہیں ترے مہر و ماہ

پھرا کرتے ہیں دہر میں صبح و شام یہی ان کو خدمت یہی ان کا کام

سوا ان کے دو اور خفیہ نویس ہر انسان کے ہیں برابر انیس

تجھے حاجت عرضِ انسان نہیں تری ذات میں سہو و نسیان نہیں

میں جاہل ہوں دانائے بر حق ہے تو حقیقت میں علام مطلق ہے تو

ہر اک پر کرم لطف و انعام ہے خلائق نوازی ترا کام ہے

دمِ جوش دریائے جودوکرم دیا تو نے شاہوں کو طبل و علم

عطا کی حکومت سلیمان کو کیا زیر فرمانِ نبی جان کو

سکندر کو آفاق گستر کیا شہ عادل ہفت کشور کیا

شب و روز و شام و سحر و مبدم

ہر اک پر ہزاروں ہیں لطف و کرم

نعت فخر آدم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

محمد کہ ہیں افتخارِ رسل وجود اُن کا ہے رحمتِ جز و کل

فلک اُن کی درگاہ کا سائبان ملائک درِ پاک کے پاسبان

کہاں اُن کے کوچے کا پید اعدیل کہ جاروب کش ہے پرِ جبرئیل

زمینِ مدینہ ہے رشکِ بہشت ہوا مشکبو خاک عنبر سرشت
جدھر دیکھئے عالمِ نور ہے جو ذرہ ہے وہ ذرۂ طور ہے
ہدایت سے عالم کو روشن کیا بیابان کو رشک ایمن کیا
ہُوا آپ کا جس گھڑی سے ظہور ضلالت ہوئی ربعِ مسکون سے دور
زمانے میں تھے جتنے اہلِ ذکا دل و جان سے فرمان لائے بجا
پس مصطفی آل عالی نسب یقینی معظّم مکرّم ہیں سب
تہِ آسمان اِن سے بڑھ کر نہیں ولی قطب و ابدال ہمسر نہیں
نمونے یہ آثار قدرت کے ہیں گہر تاجِ اعزاز و عظمت کے ہیں

سب اصحاب کشف و کرامات میں
زمانے میں افضل ہیں ہر بات میں

(اخبار الصنادید، جلد اوّل، ص 1-3)

وفات:

مسلسل علمی کام کرنے کی وجہ سے علامہ نجم الغنی خاں بیمار رہنے لگے۔ جون ۱۹۳۲ء میں دردِ سر کا دورا پڑا، علاج کی غرض سے بریلی گئے۔ پہلے سرکاری اسپتال میں علاج ہوا، پھر ایک انگریز اسپیشل ڈاکٹر کو دکھلایا، مگر وقت پورا ہو چکا تھا۔ ۳۰ جون ۱۹۳۲ء کو وہ بریلی سے رام پور روانہ ہوئے اور راستے ہی میں اپنی جان ۳۰ جون اور یکم جولائی کی درمیانی شب میں جان آفریں کے سپرد کر دی۔ وہ رام پور میں شاہ درگاہی کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

رام پور کے اخبار دبدبۂ سکندری مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۳۲ء میں اس حادثہ جانکاہ پر اس طرح اظہارِ خیال کیا گیا ہے:

سنی جائے گی کہ رام پور کا ایک مشہور و مایہ ناز اور ہمہ داں مؤرخ جناب مولوی حکیم نجم الغنی خاں صاحب یکم جولائی ۱۹۳۲ء کو بریلی سے رام پور آرہے تھے کہ بعد دوپہر ان کا انتقال ہوگیا۔ آپ برائے علاج بریلی گئے تھے۔ وہ مشرقی زبانوں کے جید فاضل اور عالم بے بدل تھے۔ آپ کی تصنیفات ہندوستان میں مشہور ہیں۔ آپ کے تبحرِ علمی کی وجہ سے شاہِ ایران نے مولانائے مرحوم کو تمغۂ فضیلت عطا فرمایا تھا۔ آپ نے تصنیفات میں علم و فضل کے دریا بہادئے ہیں جو آپ کی حقیقی اور ابدی یادگار ہیں اور جن کی وجہ سے مرحوم کا نام نامی صفحۂ روزگار پر ثبت رہے گا۔"

قطعات تاریخِ انتقال

(۱)

از منشی رشید اللہ خاں خوش نویس مدرسۂ عالیہ رام پور

خانِ نجم الغنی والا قدر　　ذی شرف باکرم و باشوکت

عالم و فاضل و دانا و حکیم　　صاحبِ دولت و اہلِ ثروت

در جہاں بود طبیب حاذق　　در گروہِ شرفا ذی عزت

بست و شش ماہ صفر آدینہ　　یک بیک کرد چوں حضرت رحلت

گفتمش مصرعہ تاریخ رشیدؔ　　رفت باحوصلہ سوئے جنت

۱۳۵۱ھ

(۲)

از مولوی حاجی محمد فیاض خاں فیاض رام پوری

مولوی نجم الغنی خاں بُد مؤرخ بے مثال　　عالم و فاضل محقق، عاقل و کامل ذکا

[illegible]

روح در راہ بریلی قبض شد از جسم زار — از علاج خود واپس شد وطن اہلِ صفا

روز جمعہ رفت شب ماہ یکم جولائی بود — رفتہ از دنیا سوئے فردوس از حکمِ خدا

در مزار شاہ درگاہی لحد تعمیر شد — از فغانش بر الم گشتہ عزیز و اقربا

نیست جائے دم زدن در حکم رب العالمین — مولوی شمس الغنی خاں صبر کن اندر بلا

یافتہ ہاتف در رنج والم فیاضؔ را — گفت شد واصل بحق نجم الغنی اہلِ صفا

۱۹۳۲ء

انا للہ وانا الیہ راجعون۔[1]

---

(1)۔۔:(مذاہب الاسلام، مقدمہ، پروفیسر ایوب قادری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)